AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 5, Issue 1, June 2021, PP: 125-142
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

Scan for download

مذہب وسیاست میں منصبی موروثیت کی روایت کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Hereditary Succession in Religion and Politics: A Research View in the Light of Islamic Sharīʻah

Mr. Allah Ditta [1*], Muhammad Amjad [2]
[1] Lecturer, Federal Government Degree College for Women, Multan Cantt., Pakistan
[2] Associate Professor, Department of Islamic Studies, BZU, Multan, Pakistan

ARTICLE INFO

Article History:
Received 01 April 2021
Revised 04 May 2021
Accepted 15 June 2021
Online 30 June 2021

DOI:

***Keywords**:*
Political,
Religious,
Hereditary,
Succession,
Guidance.

ABSTRACT

The political and religious inheritance practice in Pakistani society mostly does not comply with Sharīʻah guidance and merits. Generally, the elder son of the political leader or religious dignitary (especially on saints' tombs or in Madāris) is considered the successor of the seat irrespective of the fact whether he possesses prerequisite qualities to the seat or not. Usually, the appropriate and suitable persons are ignored. The Islam being an ideal code of life and a complete guidance for the Muslims orders its adherents to follow the merit or legitimacy and choose the most fit individual in such manners, but these teachings are not followed in its true spirit. The rulings and different theories of prominent scholars are presented in this study about this aspect. The research presented discusses the reasons why this violation of merit is against the standards of Sharīʻah. The discussion brings the pros and cons of this inheritance practice in Pakistan defining the legal status and clarity about its permissibility or prohibition. The purpose of the article is to enhance the understanding of the tradition of hereditary succession in religion and politics in the light of Islamic Sharīʻah.

*Corresponding author's email: profabughufran475@gmail.com

CC BY

تمہید:

زمانہ قدیم سے انسانیت کو بہت سے مسائل درپیش رہے جن میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کمی آتی رہی اور تمدنی و تہذیبی ارتقاء کی بدولت ان مسائل کا مستقل حل دریافت کیا جاتا رہا مگر بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں کہ جو زمانہ قدیم کی طرح آج بھی سر اٹھائے ہوئے ہیں اور انتہائی گھمبیر صورت حال کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان میں سے ایک سیاسی و مذہبی موروثیت بھی ہے جسے عرف عام میں سجادہ نشینی یا گدی نشینی سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ تمام معاشروں میں یہ عمل اپنے عروج وانتہا پر نظر آتا ہے۔ مسلم معاشرہ جس نے موروثیت کے مروجہ نظام کی بیخ کنی کر کے استعداد و صلاحیت کے حامل افراد کی جماعت تیار کر کے، اہلیت و قابلیت کا درس دینے کے ساتھ ساتھ دنیا کے سامنے اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا تھا۔ وہ معاشرہ بھی آہستہ آہستہ اپنے اسلاف کی روش سے ہٹتا چلا گیا اور یہ عمل تمام شعبہ ہائے زندگی میں پھیل گیا۔ آئندہ سطور میں اسی موروثیت کی شرعی حیثیت کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تفصیلی جائزہ لے کر نتائج کو وضع کیا جائے گا۔

موروثیت کا مفہوم:

موروثیت کا صیغہ اسم مفعول ہے۔ جس کا اشتقاق وراثت سے ہے۔ وراثت باب حَسِبَ يَحسِبُ سے ہے جس کا مادہ ورث ہے۔ اس کے معنی کسی کے مرنے کے بعد اس کا وارث ہونا، اس کے مال کا مالک و حق دار ہونا یا اپنے باپ دادا کی عزت و دولت وراثت میں ملنا کے ہیں۔ امام لغت خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۰ھ لکھتے ہیں: الايراث : الا بقاء للشئ کسی چیز کو باقی رکھنا" يورث اى يبقى ميراثا کسی چیز کو بطور میراث باقی رکھنا' کہا جاتا ہے اورثه العشق هما عشق نے اس کو غم کا وارث بنادیا' اورثته الحمى ضعفا بخار نے اس کو کمزوری کا وارث بنادیا۔[1]

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: الوارث اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اس کا معنی ہے باقی اور دائم اور وہی اپنی مخلوق کا وارث ہے۔ یعنی تمام مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ يَرِثُ الأَرض ومَن عَلَيْهَا، وَهُوَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ اور اللہ عزوجل ہی زمین اور جو کچھ اس پر ہے ان سب کا وارث ہے اور وہی سب سے بہتر وارث ہے۔ أَي يَبْقَى بَعْدَ فَنَاءِ الْكُلِّ، ويَفْنى مَن سِوَاهُ فَيَرْجِعُ مَا كَانَ مِلْكَ العِباد إِليه وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ یعنی اللہ عزوجل ہی ہر شے کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہ جانے والا ہے اور اس کے علاوہ ہر شے کو فنا ہے۔ اور ہر شے نے بندوں کی ملک سے نکل کر واپس اسی خدائے واحد کی طرف لوٹنا ہے۔[2] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ[3] ترجمہ: یہی لوگ ہیں وراثت پانے والے جو وارث ہوں گے فردوس بریں کے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

اثبتوا على مشاعركم فإنكم على إِرْثِ أبيكم[4] ترجمہ: تم اپنے مشاعر (میدان عرفات) پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم کے وارث ہو۔[5]

وراثت کے اصطلاحی معنی کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے کچھ یوں بیان کیا ہے کہ ایک شے دوسرے کی طرف بغیر کسی بیع شراء اور ہبہ اور عاریت وغیرہ کے منتقل ہو جائے خواہ وہ دونوں آپس میں قرابتدار ہوں یا نہ ہوں۔[6] خلاصہ یہ ہے کہ وراثت کا معنی ہے کسی چیز کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا 'خواہ مال کا انتقال ہو یا ملک کا یا علم اور نبوت کا انتقال ہو یا فضائل اور محاسن کا اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ان تمام معانی کے اعتبار سے وراثت کا استعمال کیا گیا ہے۔

سیاست اور مذہب میں منصبی موروثیت کی تاریخ:

موروثیت یا موروثی جانشینی کا آغاز کب ہوا؟ اس کے بارے میں اتنی مختلف روایات موجود ہیں کہ ان میں سے کسی کو یقینی قرار دے کر اس سے استناد پکڑنا بہت مشکل ہے۔ تاہم طبری کی بیان کردہ روایت کے مطابق جیومرت[7] دنیا کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اس موروثی سلسلے کی بنیاد رکھی اور اپنی اولاد

کو ہی اپنی حکومت و بادشاہت کا حق دار قرار دیا یہاں تک کہ پھر یہ سلسلہ قائم و دائم رہا۔ حتی کہ ملک فارس کے تمام بادشاہ اسی جیومرت کی نسل سے ہیں اور یزدجرد بن شہریار ایران کا آخری بادشاہ (اسلامی عمل داری میں آنے سے قبل) بھی اسی کی نسل سے ہے۔[8] ہندوستان کی قدیم ترین موریہ سلطنت جس کی بنیاد چانکیہ جی مہاراج نے رکھی بھی موروثیت کا شاخسانہ تھی۔ بلکہ یہاں تو موروثی نظام کی جڑیں اتنی گہری تھیں کہ کوروؤں اور پانڈوں کی لڑائی بھی اسی موروثیت کی مرہون منت ہے۔[9] پھر تیسری سے پانچویں صدی میں گپتا خاندان کا راج رہا۔ منگولوں کی یلغار کے بعد ہندوستان مختلف ریاستوں کے زیر نگیں رہا۔ جن میں سنگا، کنو اور اندھرا خاندانوں کی حکومتیں اہم ہیں۔ تیرھویں صدی میں خاندان غلاماں نے دہلی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ پھر یہ سلسلہ خلجی، تغلق، سادات، لودھی، سوری اور مغل خاندانوں میں منتقل ہوتا رہا۔[10] متذکرہ بالا سب خاندانوں میں بادشاہت کا موروثی نظام قائم تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا ہی بادشاہت کا اہل سمجھا جاتا تھا۔ ہندوستان کی طرح دنیا کے تقریباً تمام خطوں میں اسی موروثیت کا رواج رہا۔ مصر پر زمانہ قدیم سے ہی فراعنہ کی حکومت رہی۔ روم پر قیصر، ایران پر کسری، حبشہ پر نجاشی، یمن پر تبع اور چین میں خاقان کی حکومت رہی۔ یورپ پر بھی ایک عرصے تک اسی موروثیت کا راج رہا۔ الغرض یہ کہ جمہوریت کے متعارف ہونے سے قبل پوری دنیا پر اسی موروثیت کی عمل داری تھی۔ جاپان اور برطانیہ وغیرہ میں موجود بادشاہت (اگرچہ علامتی ہی سہی) آج بھی اسی موروثیت کی نشانیاں ہیں۔

سیاسی موروثیت کی طرح مذہبی موروثیت کی جڑیں بھی گہری اور پرانی ہیں بلکہ بعض مذاہب میں تو اسے ضروری اور لازم گردانا جاتا ہے۔ جیسا کہ آج بھی ہندومذہب میں برہمن نہ صرف سب لوگوں سے افضل ہیں بلکہ مذہبی رہنما بننے کا حق بھی صرف انہی کے ساتھ مختص ہے۔ ہندوؤں میں پائی جانے والی چہار طبقاتی تقسیم بھی اسی موروثیت کی وجہ سے ہے۔ عرب بھی زمانہ جاہلیت میں اسی عمل کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔ یونان، روم اور ایران بھی اس سے بچ نہ سکے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں بھی مذہبی موروثیت کے نظائر بآسانی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ حتی کہ آج کے اس جدید دور میں موجودہ یورپ اور امریکہ میں بھی اس موروثیت کے جراثیم کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ بہر حال اس کا آغاز بھی زمانہ قدیم سے ہو چکا تھا۔ جیسا کہ سید ندوی نے لکھا ہے کہ عرب، ایران، ہندوستان اور بالعموم پوری دنیا میں اسلام سے پہلے تمام ملکوں کا یہی ذہن اور مزاج تھا۔[11] اسلام میں اس کا آغاز کب سے ہے؟ اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ غالباً اس امر کا آغاز حضرت امیر معاویہ کے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانے سے ہوتا ہے۔[12] اس کے بعد اسی عمل کو اختیار کیا جاتا رہا۔ درباروں پر موجود گدی نشینی کا آغاز کب ہوا؟ ایک روایت کے مطابق حضرت شیخ صدر الدین عارف سے موروثی سجادہ نشینی کا آغاز ہوا۔[13]

منصبی موروثیت کی شرعی حیثیت:

موضوع زیر بحث میں منصبی موروثیت کی دو شکلیں زیر بحث ہیں۔ سیاسی موروثیت اور مذہبی موروثیت۔ سیاسی موروثیت کی پھر آگے دو شکلیں ہیں۔ سیاسی موروثیت کی ایک شکل ریاست وملک کی حکومت ہے اسے علماء نے خلافت کبری سے تعبیر کیا ہے۔ سیاسی موروثیت کی دوسری شکل کسی سیاسی جماعت کا سربراہ بننا ہے۔ مذہبی موروثیت کو علماء نے خلافت صغری گردانا ہے۔ دونوں کے احکامات میں کافی مماثلت ہے اور بعض مقامات پر کچھ تعارض بھی ہے۔ مقالہ زیر بحث میں جہاں بھی اس موضوع کے بارے میں کلام کیا جائے گا۔ مطلق کلام ان سب صورتوں کو شامل ہو گا اور تعارض کی صورت میں اس مقام پر اس اختلاف کی نشاندہی کر دی جائے گی۔ موروثیت کے بارے میں دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں کچھ لوگ اسے جائز کہتے ہیں اور کچھ لوگوں کے نزدیک یہ امر ناجائز اور حرام ہے۔ ذیل میں دونوں نقطہ نظر مع دلائل پیش خدمت ہیں۔

مویدین کے دلائل:

موروثیت کی مروجہ شکل جس میں ایک شخص کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا یا کوئی اور قریبی قرابت دار بسبب ارث اس کا وارث قرار پاتا ہے نہ صرف جائز ہے بلکہ شریعت اسلامیہ کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے۔ قرآن وسنت میں اس کے بکثرت نظائر موجود ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ[14] ترجمہ: اور سلیمان داود کے وارث بنے۔

کچھ مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اس وراثت سے مراد نبوت، حکومت اور علم ہے۔[15] جب کہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے اس لیے کہ نبوت موروثی نہیں ہوتی بلکہ وہبی شے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ [16] ترجمہ: اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنا منصب رسالت کس کو بخشے۔

جب کہ بہت سے مفسرین نے اس سے ملک اور علم مراد لیا ہے اور یہی درست اور قرین صواب ہے۔[17] حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان حضرت داوَد کے ملک یعنی بادشاہت و حکومت کے وارث تھے۔ (نبوت کے وارث نہ تھے) نبوت تو انہیں اللہ نے عطا کی تھی اور حضرت داوَد نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ انہیں ایسا ملک عطا کرے جو ان کے بعد کسی اور کو نہ ملے تو اللہ تعالی نے ان کی دعا مستجاب فرمائی۔[18]

اس سے معلوم ہوا کہ ملک و ریاست یا بادشاہت و حکومت کا انتقال موروثی طور پر جائز ہے بلکہ سابقہ شریعتوں میں بھی یہ معمول نافذ و جاری رہا اور یہ قاعدہ ہے کہ سابقہ امم کے جو احکامات اللہ رب العزت بلا نکیر بیان کرے ان پر عمل ہمارے لیے بھی درست ہے۔ چنانچہ آج کل موروثی طور پر خلافت کبری یا صغری کی جو منتقلی ہوتی ہے یہ شریعت اسلامیہ کی تعلیمات سے معارض نہیں ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ خلافت کبری[19] و صغری[20] کے لیے درکار شرائط و مسائل کا خیال رکھا جائے اور بے شرع و بے دین شخص کے تقرر سے اجتناب کیا جائے۔[21] ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا۔ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا[22]

ترجمہ: تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ جو میری اور اولاد یعقوب کی میراث کا مالک ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنانا۔

اس آیت کے تحت تفسیر جامع احکام القرآن میں ہے کہ نحاس نے کہا یرثنی ویرث من ال یعقوب کے معنی کے متعلق علماء کے تین جواب ہیں : بعض علماء نے فرمایا: اس سے مراد نبوت کی وراثت ہے۔ بعض نے فرمایا: حکمت کی وراثت ہے۔ بعض نے فرمایا: مال کی وراثت ہے۔ رہا ان کا قول کہ نبوت کی وراثت ہے یہ محال ہے کیونکہ نبوت میں میراث نہیں چلتی۔ اگر اس میں میراث ہوتی تو کہنے والا کہتا: لوگ حضرت نوح کی طرف منسوب ہیں جبکہ وہ نبی مرسل ہیں اور علم و حکمت کی میراث کا قول عمدہ ہے۔[23]

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یہ دعا کی کہ میں بوڑھا ہوں، بیوی بانجھ ہے، ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اٹھا سکے۔ میں اس ضعف و پیری میں کیا کر سکتا ہوں، جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے۔ ان کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوت کا وارث بنے۔[24] علامہ شبیر احمد عثمانی کے نزدیک حضرت زکریا کی اس دعا کا مقصد ایسے بیٹے کا حصول ہے جو کہ باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے۔ یعنی ان کے نزدیک بھی باپ کی گدی پر بیٹے کا بیٹھنا جائز ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا [25]

ترجمہ: اور میرے گھر والوں میں سے ایک کو میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما۔ یعنی میرے بھائی ہارون کو۔ اس سے میری قوت کو مضبوط کر۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر۔ تاکہ ہم تیری بہت پاکی بیان کریں۔ اور تجھے کثرت سے یاد کریں۔

اس آیت مبارکہ کے تحت علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت موسی نے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کی کہ میری خارجی اور ظاہری امداد کے لئے میرا وزیر بنادے اور ہو بھی وہ میرے کنبے میں سے۔ یعنی میرے بھائی ہارون کو نبوت عطا فرما۔[26]

حضرت آدم نے بھی اپنے بعد حضرت شیث کو وارث مقرر کیا تھا۔ حضرت شیث نہ صرف نبوت کے وارث و امین تھے بلکہ حضرت آدم کی

حکومت کے جانشین بھی تھے۔[27] اگرچہ آپ اہلیت میں سب سے بڑھ کر تھے مگر اس سے پتہ چلتا ہے کہ باپ کے بعد بیٹے کو وارث بنانا مطلقاً اللہ رب العزت کے ہاں ناجائز نہیں ہے ورنہ اللہ رب العزت کبھی بھی باپ کے بعد بیٹے کو نبوت عطا نہ کرتا۔ بلکہ اللہ رب العزت کا طریقہ تو یہ تھا کہ انبیاء کے جانشین بھی ان کے بیٹے ہوتے تھے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ابن نمیر محمد بن بشر اسماعیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کیا تم نے نبی ﷺ کے لخت جگر ابراہیم کو دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ وہ کمسنی ہی میں فوت ہوگئے اگر اللہ کی مرضی ہوتی کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔[28]

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ باپ کے بعد بیٹے کو سیاسی یا مذہبی طور پر وارث بنانا جائز ہے اگر وارث بے شرع نہ ہو اس لیے کہ بے شرع کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں[29] مزید یہ کہ وہ مذکور شرائط پر بھی پورا اترتا ہو اگر وارث ان اوصاف کا حامل ہو تو اس کو وارث بنانے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

موروثیت کے فوائد:

موروثیت کے بہت سے فوائد میں سے سب سے اہم فائدہ افتراق و انتشار سے بچاؤ ہے جس کی وجہ سے بعد میں وارثین کے درمیان نزاع کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور لڑائی جھگڑے و کشت و خون سے بچت ہو جاتی ہے۔ تاریخ عالم کے بہت سے واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ جب وارث کا تقرر عمل میں نہیں لایا گیا تو صرف اسی بات کو لے کر بہت سی جنگیں لڑی گئیں اور ہزاروں افراد اسی خانہ جنگی کی بھینٹ چڑھ گئے۔ دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ عوام اس بات کی طرف زیادہ رجحان رکھتے ہیں کہ وہ باپ کے بعد بیٹے یا کسی قریبی رشتہ دار کو ہی اس مسند پر براجمان دیکھنا چاہتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو کسی بھی وقت عوام کو بھڑکا کر یا ساتھ ملا کر مسند نشین کے خلاف بغاوت یا محاذ کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے موروثیت کی وجہ سے ان نقصانات کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ شاید انہی وجوہات کو مد نظر رکھتے ہوئے نہ صرف پہلے کے اولیاء و بزرگوں کے ساتھ بادشاہوں اور گدی نشینوں کا بھی یہی معمول رہا ہے جو آج تک جاری و ساری ہے۔

مخالفین کے دلائل:

موروثیت کے مخالفین کا کہنا ہے کہ موروثیت کا مروجہ عمل قرآن و سنت کی رو سے ناجائز و حرام ہے۔ اس لیے کہ قرآن پاک نے بارہا مختلف مقامات پر موروثیت کے نظام کو اپنانے کی بجائے اہلیت و قابلیت کے نظام کو اپنانے کی بات کی ہے اور اس عمل بد سے منع فرمایا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ سید ابو الحسن علی ندوی اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت سے استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کی جانشینی و خلافت آنحضرت ﷺ کی نبوت کے کمال کی ایک دلیل ہے، اور اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ رسول برحق تھے، اور آپ کا مزاج، مزاج نبوت تھا، مزاج سیاست نہ تھا، اور آپ کو دنیا کے بادشاہوں اور سلاطین عالم سے کوئی مناسبت نہیں جو ہمیشہ اپنے بیٹے یا اپنے خاندانی آدمی کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ اگر آپ میں بھی معاذ اللہ سلطنت اور خاندان پرستی کا کوئی شائبہ ہوتا تو حضرت علی اور عباس کے علاوہ بنی ہاشم کے اور بھی بہت سے افراد تھے، جن کو اپنا جانشین بنا کر ایک خاندانی سلطنت کی بنیاد رکھی جا سکتی تھی، اور اس اثر و اقتدار کو جو آپ کو مِن جانب اللہ حاصل تھا، اپنے خاندان میں محفوظ کیا جا سکتا تھا،[30] مگر اللہ کے نبی ﷺ نے ایسا نہیں کیا اور ساری دنیا کے سامنے ایک بہترین نمونہ پیش کیا اور ایسا کیوں نہ ہو تا اس لیے کہ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کی زندگی کو مثالی زندگی[31] اور آپ کے اسوہ کو اسوہ حسنہ[32] قرار دیا ہے۔ اس لیے آپ نے موروثیت کے عمل سے اجتناب فرمایا اور چاروں خلفاء کے عمل سے بھی یہی بات ثابت ہے کہ انہوں نے موروثیت کو اس امت کے لیے زہر قاتل سمجھا اور اس امر کا فیصلہ ارباب حل و عقد کے سپرد کیا۔ امام ابن تیمیہ نے یہ بات بھی بڑے کام کی لکھی ہے کہ یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر کی خلافت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا کمال ہے، اور جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ رسولِ برحق تھے، کوئی دنیاوی بادشاہ نہیں تھے، اس

لئے کہ بادشاہوں کی عادتِ قدیمہ ہے کہ وہ اپنے عزیزوں کو ترجیح دیتے ہیں، اور انہی کو حکومتیں سپرد کرتے ہیں، اور اس سے وہ اپنے نزدیک اپنی سلطنت کی حفاظت کرتے ہیں، اسی طرح اطراف و نواح کے والیوں اور حکمرانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا بھی یہی دستور ہے بنو بویہ، بنی سلجوق (سلاجقہ) مشرق و مغرب اور شام و یمن کے تمام سلاطین و ملوک اپنے ہی عزیزوں کو اور اپنے خاندانی لوگوں کو حکومت حوالہ کرتے ہیں، اسی طرح عیسائی اور مشرکین بادشاہوں کا بھی یہی معمول ہے، فرنگی بادشاہ اور چنگیز خاں کے خاندان کے بادشاہوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ سلطنت بادشاہ کے خاندان میں باقی رہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ شاہی خاندان میں سے ہے، یہ شاہی خاندان میں سے نہیں ہے، یہ ہڈی کا ہے، یہ ہڈی کا نہیں ہے، اس بناء پر حضرت ابو بکر و عمر کی تولیت اور اپنے چچا حضرت عباس اور اپنے چچازاد بھائی علی، عقیل، ربیعہ ابن الحارث بن عبد المطلب، ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب وغیرہ کا خلیفہ نہ بنانا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اس شاہی آئین کے پابند نہیں تھے، ان کے علاوہ بنی عبد مناف میں حضرت عثمان بن عفان، خالد بن سعید ابن العاص، ابان ابن سعید بن العاص وغیرہ موجود تھے، اور بنو عبد مناف کا خاندان قریش میں سب سے جلیل القدر اور نسب میں آپ سے قریب تر تھا۔ یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے بندہ اور اللہ کے رسول ہیں، اور وہ کوئی بادشاہ نہیں ہیں، کیونکہ انھوں نے خلافت کے بارے میں کسی کو محض قرب نسب یا خاندانی شرف کی وجہ سے آگے نہیں کیا۔ بلکہ ایمان و تقوی کی بناء پر، اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ محمد ﷺ اور آپ کی امت آپ کے بعد اللہ ہی کی عبادت کرے گی، اور اللہ ہی کے حکم پر چلے گی، قومی یا خاندانی یا ذاتی سربلندی اور علو فی الارض اس کا مقصود نہیں، یہاں تک کہ بعض انبیاء کے لئے جس سلطنت کی اجازت دی گئی، اس تک کو اختیار نہیں کریں گے، کیوں کہ اللہ تعالی نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا کہ آپ عبد رسول ہیں، یا پیغمبر بادشاہ، آپ نے اسی کو اختیار کیا کہ آپ عبد رسول رہیں، درحقیقت حضرت ابو بکر و عمر کی تولیت اس کا تتمہ تھا، اس لئے کہ اگر آپ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو اپنا قائم مقام بنا جاتے تو ان لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ آپ نے مال اپنے ورثا کے لئے جمع کیا ہے۔ [33]

قرآن پاک کی متعدد آیات میں بھی موروثیت کے مروجہ عمل کو اپنانے سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ [34]

ترجمہ: اور جان رکھو! کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں تمہارے لیے آزمائش ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ یہ اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے ایسا نہ ہو کہ تم اپنی اولاد کی محبت میں مبتلا ہو کر عدل اور انصاف کے تقاضوں کا خون کر دو بلکہ زندگی کے ہر میدان میں عدل اور انصاف کا دامن تھامو۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭاِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ [35]

ترجمہ: عدل کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

عدل کرو یعنی اہلیت کا نظام اپنایا جائے نہ کہ موروثیت کا اور اسی طرح شعبہ ہائے زندگی کے تمام میادین میں اس اصول پر سختی سے عمل کیا جائے۔ یہی حکم خداوندی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَھْلِھَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا [36]

ترجمہ: مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

یعنی زندگی کے ہر میدان میں عدل کیا جائے اور موروثیت کے عمل کو اپنانے کی بجائے اہلیت و قابلیت کو معیار بنایا جائے۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ڶ فَلَا تَسْـَٔــلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ [37]

ترجمہ: اللہ نے فرمایا کہ اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے اس کے اعمال اچھے نہیں تو مجھ سے مت سوال کر جس کا تمہیں علم نہیں اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نہ ہو جانا نادانوں میں سے۔

قرآن پاک نے تو اللہ کے نبی نوح کے بیٹے کو ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے نااہل قرار دے دیا بلکہ فرمادیا کہ وہ تو آپ کے گھر والوں سے ہی نہیں۔ یعنی صلبی اولاد ہونے کے باوجود آپ کا جانشین نہیں۔ تو آج کل کے نااہل لوگ جو سیاسی یا مذہبی گدیاں سنبھالتے ہیں کیسے ان کا یہ عمل درست ہو سکتا ہے؟ اس ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کچھ لوگوں نے خاندانوں کو اہلیت کا معیار بنا رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ چونکہ یہ فلاں شخص کے خاندان سے ہے اس لیے یہ گدی سنبھالے گا یا جانشین بنے گا اور دوسرا شخص اگرچہ زیادہ قابل ہے مگر چونکہ اونچے خاندان سے نہیں ہے یا فلاں شخص کے خاندان سے نہیں اس لیے عہدہ نہیں سنبھال سکتا۔ یہ امر سراسر غلط اور قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔

موروثیت کے نقصانات:

مروجہ موروثیت کے نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے۔ پوری تاریخ عالم پڑھ جایئے۔ جب بھی جو بھی سلطنت ختم ہوئی۔ اسی اصول موروثیت کی وجہ سے ختم ہوئی۔ اس لیے کہ جب بھی کوئی نئی سلطنت قائم ہوئی وہ کسی نہ کسی قابل شخص کی مرہون منت تھی۔ اس کے بعد بھی اس سلطنت کو کچھ قابل لوگ میسر آئے لیکن پھر عیش کوشی و تنعم پرستی غالب آئی اور اس سلطنت پر زوال آگیا۔ نتیجتاً یہ اصول موروثیت اس سلطنت کے خاتمے کا سبب بن گیا۔ اموی حکومت کے خاتمے کا سبب بھی یہی اصول موروثیت رہی۔ عباسی حکومت کے خاتمے کا سبب بھی یہی موروثیت بنی۔ خلافت عثمانیہ بھی اسی موروثیت کا شکار ہوئی۔ یونہی غزنویوں سے لیکر غوریوں تک، خاندان غلاماں سے لے کر سادات تک، خلجی سے لے کر تغلق تک، لودھی سے لیکر سوری تک اور سب سے آخر میں مغلیہ سلطنت بھی اسی موروثیت کی وجہ سے خاتمے کا شکار ہوئیں۔ تیونس میں بنو اغلب اور اسپین سے مسلم حکومت کے خاتمے کا سبب بھی یہی موروثیت وملوکیت تھی۔ مختلف گمراہ مذاہب وفرقے بھی اس اصول موروثیت کی تباہیوں سے نہ بچ سکے۔ بہاء اللہ نے اپنی موت سے پہلے اپنے بڑے بیٹے عبد البہاء عباس آفندی کو اپنا جانشین منتخب کیا تھا، پھر اس نے اپنے بیٹے شوقی آفندی کو اپنا گدی نشین بنایا۔ اس کے بعد گدی نشینی کے مسئلہ پر شدید جنگ وجدل شروع ہو گئی۔[38]

موروثی پیری مریدی وگدی نشینی نے جو آفات اس مسلم معاشرے میں برپا کی ہیں ان کی قلعی کھولتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ صوفیانہ خانوادوں کی جہالت اور موروثی گدی نشینی کی متواتر رسم نے اللہ تعالی کی بخشش وعطایا اور مقبولیت کو بھی ایک صنعت گری کا کارخانہ بنا رکھا ہے۔ خانقاہوں کا کام صرف اعراس وفاتحہ کا اہتمام اور سماع ورقص وقوالی کا انصرام رہ گیا ہے۔ مقررہ دنوں اور مہینوں میں کچھ لوگ جمع ہو کر فاتحہ خوانی کر لیں، مٹھائی کھالیں اور ایک جگہ بیٹھ کر کسی سازندے کے ترانے پر ہُو حق کر لیں اور زیادہ بڑھیں تو وحدۃ الوجود کی آڑ لے کر شوخی اور بے باکی اور رندی کے اشعار ومضامین پڑھ لیں اور سر دھن لیں، چند سینہ بہ سینہ راز تھے جن کو بے سمجھے بوجھے بار بار دہرایا جارہا ہے، تصحیح عقائد وتحسین عبادت، اثباتِ سنت اصلاح اعمال اور ادائے حقوق العباد جو اصل دین اور صحیح سلوک تھا وہ ہر جگہ سے مٹ چکا ہے، علمائے ظاہر چونکہ باطن کے منکر تھے یا باطن سے نا آشنا تھے، اس لئے ان کے پند ونصائح کی حیثیت صوفیوں میں تفضیح ناشناش سے زیادہ نہ ہے، اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ چونکہ طریقت کے اصل راز سے واقف نہیں اس لئے ان کی بات سننے کے قابل نہ ہے، اور علمائے ظاہر چونکہ باطن سے منکر یا نا آشنا ہیں۔ وہ ان دکاندار صوفیوں کو دیکھ کر اصل فن سلوک کو ضلالت وگمراہی قرار دینے لگے ہیں اور اس کے اصول ومسائل کو خلاف شریعت اور مخالف کتاب وسنت سمجھتے ہیں۔[39]

شاہ حکیم محمد اختر صاحب اس عمل بد کی تباہ کاریاں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ آج کل جو فتنہ پیدا ہوا اس کی وجہ جانشینی ہے۔ یہ غلط عقیدہ دلوں میں جم گیا کہ پیر کا بچہ پیر ہوتا ہے۔ دیکھو! جتنے اولیاء اللہ گزرے ہیں اُن کی اولاد بھی عموماً نیک ہوتی تھی لیکن ایک آدھ

پشت کے بعد وہ بگڑ گئے، نماز روزہ بھی چھوڑ دیا،تو جب بگڑ گئے تو سوچتے ہیں کہ اب روزی کیسے چلے گی؟باپ دادا کی دینی میراث حاصل نہیں کی اور دنیا کمانے کی صلاحیت بھی نہیں ہے۔مفت کی کھا کر کاہل اور کوڑھی ہو جاتے ہیں اور عمل ہے نہیں۔قرآن و حدیث پڑھا نہیں، تو سوچتے ہیں کہ باپ دادا کی ہڈیاں بیچو اور قبروں پر لوگوں کو جمع کر کے ڈگڈگی اور طبلہ بجواؤ اور قوالی کراؤ، ورنہ لوگ کیسے آئیں گے؟ لوگوں کو پھنسانے کے لیے کچھ مزہ بھی تو ہونا چاہیے،اس لیے بریانی کھلاؤ، طبلہ سارنگی بجاؤ، قوالی کراؤ اور کچھ کرامتیں اپنے بزرگوں کی بیان کر دیں، تاکہ لوگ معتقد ہو جائیں کہ یہ بزرگوں کی اولاد ہیں، اور لوگوں سے پیسہ اینٹھنے کے لیے یہ غلط عقیدہ مشہور کر دیا کہ بزرگوں کی اولاد بھی بزرگ ہوتی ہے چاہے بد عمل ہو۔نعوذ باللہ! یہ بالکل جاہلانہ عقیدہ ہے کہ پیر کا بچہ پیر ہوتا ہے۔[40] حقیقت یہ ہے کہ اس عمل بد کی تباہ کاریاں اتنی زیادہ ہیں کہ اس کے بیان کے لیے دفتر درکار ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مذہبی و سیاسی جانشینی کی رسم بد کو ختم کیا جائے اور ہمیشہ اہل اور قابل لوگوں کا تقرر عمل میں لایا جائے۔

تجزیاتی مطالعہ:

سیاسی اور مذہبی موروثیت کے مویدین اور مخالفین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ نہ تو مطلقاً یہ جائز ہے اور نہ ہی یہ کلیتاً ناجائز ہے بلکہ اس کی تین مختلف صورتیں ہیں۔ذیل میں اس کا تفصیلی تجزیہ پیش خدمت ہے:

پہلی صورت:

نااہل افراد کا تقرر کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور وراثت کے لیے کسی خاص خاندان سے ہونا یا کسی اونچے خاندان سے ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے اور اس کو ضروری شرط ٹھہرانا غلو فی الدین ہے یا ایک نئی شریعت گھڑنا ہے۔اس لیے کہ قرآن مقدس نے اس ضمن میں ہمارے لیے یہ رہنمائی فراہم کی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَ لَہُمْ نَبِيُّہُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ [41]

ترجمہ:ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے۔یہ سن کر وہ بولے ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حق دار ہو گیا(اس کے مقابلہ میں) ہم بادشاہی کے زیادہ مستحق ہیں وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے۔نبی نے جواب دیا: اللہ نے تمہارے لئے اسی کو منتخب کیا ہے اور اس کو دماغی وجسمانی دونوں قسم کی اہلیت فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہے اور اللہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنا ملک جسے چاہے اسے دے، اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ ابو جعفر ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی شمویل نے طالوت کو اللہ کے حکم سے جب یہ نوید سنائی کہ تم بنو اسرائیل کے بادشاہ ہو۔اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تم کو ان کا بادشاہ بناؤں طالوت نے کہا: آپ کو علم ہے کہ میں بنو اسرائیل کے نچلے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں؟ فرمایا ہاں کہا: آپ کو علم ہے کہ میرا قبیلہ اور میرا گھر سب سے پست اور نچلے درجہ کا ہے؟ فرمایا: ہاں! پھر بنو اسرائیل کو بتایا کہ طالوت ان کا بادشاہ ہے انہوں نے اعتراض کیا کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں۔حضرت شمویل نے کہا کہ خدا نے اسے تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اس کو تم سے زیادہ علم اور جسم عطا فرمایا ہے 'بنو اسرائیل کی تسلی کے لیے حضرت شمویل نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عصا دیا اور کہا تمہارے بادشاہ کا قد اس کے برابر ہو گا اور جب طالوت کو اس عصا کے ساتھ ناپا تو وہ ان کے قد کے برابر تھا۔[42]

امام ابن جصاص فرماتے ہیں کہ آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ امامت میں وراثت نہیں ہے کیونکہ جب یہود نے اپنے اوپر ایسے شخص کو

بادشاہ بنائے جانے کو ناپسند کیا جو اہل نبوت اور سلطنت میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ طالوت علم اور قوت کی بنا پر اس اعزاز کے مستحق ٹھہرے ہیں نسب کی بنا پر نہیں۔ نیز آیت کی اس پر بھی دلالت ہو رہی ہے کہ علم اور ذاتی فضائل کے مقابلے میں نسب کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ خوبیاں نسب پر مقدم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اس نے طالوت کا انتخاب ان کے علم اور قوت کی بنا پر کیا ہے اگرچہ دوسرے یہود ان سے نسب کے لحاظ سے افضل تھے۔[43]

احادیث بھی اس امر کے ناجائز اور حرام ہونے پر شاہد ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ پوچھا اس کا ضائع ہونا کس طرح ہے یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ [44]

اس سے معلوم ہوا کہ وارث بنانے کے لیے ضروری شرط قابلیت اور اہلیت ہے نہ کہ اعلیٰ خاندان سے ہونا۔ ولایت و قرب خداوندی کا مقام کسی چرواہے کو بھی نصیب ہو سکتا ہے اس کے لیے مال داری اور گدی نشینی ضروری نہیں۔ کچھ لوگوں نے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ سیاسی یا مذہبی وارث کے لیے سید ہونا ضروری ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ خلافت کبری کے لیے قرشی ہونا شرط ہے (تاہم کچھ لوگوں کو اس سے اختلاف ہے۔) اور خلافت صغری کے لیے بھی یہ محض باطل ہے۔ مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ پیر ہونے کے لئے وہی چار شرطیں درکار ہیں، سادات کرام سے ہونا کچھ ضرور نہیں، ہاں ان شرطوں کے ساتھ سید بھی ہو تو نور علیٰ نور۔ باقی اسے شرط ضروری ٹھہرانا تمام سلاسل طریقت کا باطل کرنا ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ سلسلۃ الذہب میں سیدنا امام علی رضا اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جتنے حضرات ہیں کوئی سادات کرام سے نہیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تو امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بعد ہی سے امام حسن بصری ہیں کہ نہ سید نہ قریشی نہ عربی، اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا خاص آغاز ہی حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، اسی طرح دیگر سلاسل۔ [45] ان دلائل سے معلوم ہوا کہ نااہل افراد کا تقرر قرآن وسنت کی بیان کردہ تعلیمات کے خلاف ہے اور علماء نے بھی اس سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے اس امر سے اجتناب کیا جانا چاہیے۔

دوسری صورت:

اسلام نے جملہ امور میں اہلیت، لیاقت اور قابلیت کو اولیت دی ہے اور یہی نمونہ ہمیں سیرت نبوی سے ملتا ہے کہ آپ نے قرابت کی بجائے استعداد وصلاحیت کو مد نظر رکھا ہے۔ اور اہلیت کا دارومدار مطلوبہ شعبے سے متعلق مہارت اور دسترس سے ہے نہ کہ تقوی و دینداری سے متعلق ہے کہ ہر شعبے میں صرف تقوی و پرہیزگاری کو معیار بنایا جائے۔ تقوی و پرہیزگاری اللہ رب العزت کے ہاں شرف پانے کا معیار ہے نہ کہ دنیوی مناصب و مراتب کا۔ طبیب کے تقرر کے لیے شعبہ طب میں مہارت درکار ہے نہ کہ جنگی فنون کی مہارت وغیرہ۔ سجادہ نشینی کے لیے علم ظاہر کے ساتھ علم باطن میں کامل استعداد و دسترس درکار ہے۔ اس لیے مذکورہ امور کو مد نظر رکھتے ہوئے وارث کا تقرر عمل میں لایا جائے گا۔[46] اگر وارث مندرجہ بالا اوصاف کا حامل ہے تو اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے وارث کا تقرر عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ وارث دیگر لوگوں سے اہلیت و قابلیت میں فائق و برتر ہو تو ایسا عمل نہ صرف جائز ہے بلکہ شریعت کا مقصود ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو شریعت کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہو گا۔ بلکہ یہ مذکورہ شخص کا حق ہے اور یہ حق صرف اس وجہ سے سلب نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مورث کا بیٹا یا قریبی رشتہ دار ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں حقوق اہل افراد کے سپرد کرنے کی بات کی ہے اور یہ حکم مطلق اور عام ہے اور بغیر کسی تخصیص اور شرط کے بیان ہوا ہے۔

غزوہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ نے حضرت سعد بن عبادہ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کو عطا کیا۔[47] حضرت حسن بھی حضرت علی کے جانشین ہوئے۔ اگرچہ وہ حضرت علی کے بیٹے ہیں لیکن ایسا عمل جائز ہے۔ بلکہ حضرت علی کے فرمان سے ثابت ہے ورنہ منع فرمادیتے لیکن آپ نے یہ فیصلہ

لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دیا۔[48] حضرت علی کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔[49] شیعہ بارہ امام کے قائل ہیں اہل سنت بھی ان کے معتقد ہیں یہ سب بھی موروثی طور پر ہی جانشین تھے۔ اولیاء وصوفیاء جن کی حیثیت سب مسلمانوں کے ہاں مسلم رہی ہے اور تمسک بالقران والسنتہ ان کا وطیرہ امتیاز تھا حتی کہ ان بزرگوں کے ہاں بھی یہ معمول جاری رہا۔ حضرت بہاؤالدین زکریاملتانی کے جانشین ان کے بیٹے صدر الدین عارف تھے ان کے جانشین ان کے بیٹے شاہ رکن الدین عالم تھے۔ سید موسیٰ پاک جو ملتان کے ایک مشہور ولی اللہ تھے ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے مخدوم شیخ عبدالقادر سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے پوتے سعید الحسن سجادہ نشین ہوئے جو شیخ کامل تھے۔[50] پیر سید مہر علی شاہ اپنے والد کے گدی نشین تھے وہ اپنے والد کے گدی نشین تھے۔ یہ سب اس وجہ سے گدی نشین تھے کہ یہ تمام اشخاص سے زیادہ قابل تھے۔ اس صورت سے کسی ذی عقل کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وارث سب سے زیادہ قابل ہو مگر اس کو قابلیت واہلیت کے باوصف صرف اس وجہ سے نظر انداز کر دیا جائے کہ یہ موروثیت کا عمل ہے۔ اس بات میں بھی ایک اہم امر کا خیال رکھا جانا ضروری ہے کہ وارث اس عہدے کا طالب نہ ہو ورنہ وہ اس منصب کے لیے نااہل ہو گا جیسا کہ ایک مرتبہ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس دو آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ان دو آدمیوں میں سے ایک نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ملک عطا کئے ہیں ان میں سے کسی ملک کے معاملات ہمارے سپرد کر دیں اور دوسرے نے بھی اسی طرح کہا تو اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ، وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ [51]

ترجمہ: اللہ کی قسم ہم اس کام پر اس کو مامور نہیں کرتے جو اس کا سوال کرتا ہو یا اس کی حرص کرتا ہو۔

یہ مضمون بہت سی احادیث میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ جو شخص کسی منصب یا عہدے کا طالب ہو گا حکم نبوی پر عمل کرتے ہوئے اس عہدے پر اس شخص کو تعینات نہیں کیا جائے گا۔

تیسری صورت:

عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اصول تقرری کے تحت ہر شعبے میں سب سے قابل اور اہل شخص کو نامزد کیا جائے گا اور اس امر کی خلاف ورزی غلط ہو گی۔ لیکن کسی بھی شعبے میں تقرری و تعیناتی کی بابت ایک طے شدہ مقررہ معیار درکار ہوتا ہے اور اگر اس طے شدہ معیار پر بہت زیادہ لوگ پورے اترتے ہوں تو اگرچہ سب سے زیادہ قابل اور اہل شخص کا تقرر ہی شریعت کو مطلوب و مقصود ہے اور یہی مندوب و مستحسن بھی ہے لیکن اگر کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے تحت ان سب اہل اشخاص میں سے مقررہ معیار پر پورا اترنے والے کسی بھی شخص کو مقرر کر دیا جائے تو ایسا نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عمل غیر شرعی ہے۔ ناجائز یا حرام ہے یا میرٹ کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ اس کے بہت سے نظائر شریعت اسلامیہ میں موجود ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر بارہا ایسے مختلف اشخاص کو امیر مقرر کیا جو دستیاب افراد میں سب سے زیادہ قابل یا سب سے زیادہ اہل نہیں تھے لیکن اس منصب یا عہدے کے لیے درکار شرائط و ضوابط کو بہ احسن و خوبی پورا کرتے تھے۔ اس کی بہترین مثال سریہ اسامہ بن زید ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لشکر کا امیر مقرر کیا تھا حالانکہ اس لشکر میں اکابر مہاجرین وانصار صحابہ موجود تھے۔ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، ابو عبیدہ بن جراح، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان، سلمہ بن اسلم ؓ جیسے اکابر موجود تھے۔[52] ان کی امارت پر بھی اعتراض کیا گیا تھا لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنْ تَطْعُنُوا فِي إِمَارَتِهِ، فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَايْمُ اللَّهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ[53]

ترجمہ: اگر تم اس کی امارت میں طعن کرتے ہو تو تم اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی طعن کر چکے ہو اور اللہ کی قسم وہ امارت کے لائق تھے اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے اس کے بعد لوگوں میں یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

اس بات پر دوسری کوئی رائے نہیں کہ یہ سب صحابہ اسامہ بن زید سے افضل تھے معلوم ہوا کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کا تقرر بھی کسی مصلحت کی وجہ سے درست ہے۔[54] اب بالفرض کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ اسامہ بن زید کا تقرر اس وجہ سے تھا کہ وہ حربی فنون میں زیادہ ماہر تھے تو یہ دعوی حضرت ابو بکر، عمر فاروق اور ابو عبیدہ ؓ کی موجودگی کی وجہ سے محل نظر ہے لیکن دوسری مثال جنگ موتہ کی موجود ہے کہ حضرت خالد بن ولید کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ، پھر جعفر طیار اور پھر عبد اللہ بن رواحہ کو امیر مقرر کیا تھا۔[55] ذات السلاسل میں کثیر مہاجر و انصار صحابہ پر حضرت عمرو بن العاص ؓ کا تقرر بھی اس کے مظاہر میں سے ہیں۔[56] عبد اللہ بن صامت، کہتے ہیں کہ حضرت ابی ذر ایک بار ربذہ پہنچے تو نماز قائم ہو چکی تھی اور ایک غلام امامت کروا رہا تھا کسی نے کہا یہ ابوذر تشریف لے آئے تو غلام پیچھے ہٹنے لگا حضرت ابوذر نے فرمایا میرے پیارے نبی ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں سنوں اور اطاعت کروں اگرچہ امیر حبشی غلام ہو نکٹا اور کن کٹا۔[57] غرض یہ کہ ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں مگر سر دست اختصار کے پیش نظر انہی پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر نے یزید بن ابی سفیان کو ابو عبیدۃ بن الجراح پر امیر مقرر کیا۔[58] ایک بار خالد بن ولید کو معزول کر کے یزید بن ابی سفیان کو سپہ سالاری و علم عطا کیا۔[59] حضرت شرحبیل کو ابو عبیدۃ بن الجراح، معاذ بن جبل اور خالد بن سعید پر امیر مقرر کیا[60] اور یہ تمام لوگ اپنے امیروں سے مقام و مرتبے میں فائق تھے۔ قاضی شریح کو حضرت عمر نے قاضی مقرر کیا تھا حالانکہ وہ تابعی تھے اور بہت سے کبار صحابہ اس وقت موجود تھے۔ پھر حضرت عثمان و حضرت علی نے بھی انہیں بحال رکھا تھا۔ حالانکہ تابعی کا صحابی سے کیا تقابل؟ لیکن ظاہر ہے کہ وہ قاضی کے لیے مقرر کردہ شرائط پر پورا اترتے تھے۔ حضرت عمر نے اپنے بعد جن چھ اشخاص کی کمیٹی قائم کی تھی[61] یہ اس کی ایک عمدہ مثال ہے اس لیے کہ حضرت عمر سے زیادہ اس بات سے کون واقف ہو گا کہ حضرت عثمان و حضرت علی ان میں سب سے افضل تھے۔ حضرت عمر نے حضرت علاء بن حضرمی کو حضرت عتبہ بن غزوان کی جگہ جب امیر مقرر کیا تو انہیں یہ صراحت بھی کی کہ میں چند مصلحتوں کی وجہ سے تمہیں امیر بنا رہا ہوں ورنہ وہ تم سے افضل ہیں۔ [62] حضرت عثمان کے عمال پر بھی لوگوں نے بہت اعتراضات اٹھائے تھے لیکن اگر کسی مصلحت وقت کی وجہ سے ان کبار صحابہ نے ایسا عمل کیا تو ان کا ایسا فعل نہ صرف جائز ہے بلکہ قابل حجت اور لائق اتباع ہے یہی حکم حدیث پاک میں بتایا گیا ہے:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ[63]

تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کا اتباع لازم ہے۔

اس سے پتہ چل رہا ہے کہ مقررہ معیار پر پورا اترنے والے کسی بھی شخص کو مقرر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر اس اصول کو مد نظر رکھا جائے تو موجودہ موروثی سجادہ نشینی و گدی نشینی جائز ہے اگر وارث کم از کم درکار مطلوبہ شرائط پر پورا اترتا ہے۔ مذہبی وراثت یا گدی نشینی کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ خلافت صغری کی دو قسمیں ہیں: (۱) خلافت عامہ (۲) خلافت خاصہ۔ [64] خلافت عامہ سے مراد کسی شخص کو اپنی خلافت سے نوازنا اور خلافت خاصہ سے مراد اپنا جانشین یا گدی نشین مقرر کرنا ہے۔ اور انہوں نے متعدد مقامات پر بیٹے کو خلافت کی منتقلی کو نہ صرف جائز لکھا ہے بلکہ اسے بیٹے کا ہی حق قرار دیا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر انہوں نے شاہ حمزہ عینی واسطی کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ مشائخ کی خلافت کہ اس ولایت ہندو پاک میں مروج ہے سات قسموں پر ہے۔ بعض مقبول ہیں اور بعض مجہول، پہلی قسم اصالۃً ہے اور دوسری اجازۃ، تیسری اجماعاً، چوتھی وراثۃ، پانچویں حکماً، چھٹی تکلیفاً، ساتویں اویسیا[65] یہاں بھی انہوں نے موروثی طور پر مذہبی گدی نشینی کو جائز قرار دیا ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کو مل کر نائب یا سجادہ نشین کا تقرر عمل میں لانا چاہیے اس بارے میں وہ کہتے ہیں کہ ایک شیخ نے اس جہاں سے انتقال فرمایا اور کسی کو خلیفہ نہ بنایا، قوم اور قبیلہ نے اس کے کسی وارث یا مرید کو خلیفہ تجویز کیا تو یہ خلافت مشائخ کے نزدیک جائز نہیں، خلافت کی اس قسم کو خلافت افترائی کہتے ہیں۔[66] دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ باپ کا خرقہ متروکہ بطور میراث بیٹے کی ملکیت ہوتا ہے مگر صحت بیعت کی شرط باپ کی رخصت

واجازت ہے نہ کہ محض باپ کے خرقہ کا حاصل ہو جانا۔[67] یعنی وہ اس بات کے قائل ہیں کہ موروثی گدی نشینی جائز ہے۔

شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی کے بعد آپ کے بیٹے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی آپ کے جانشین بنے۔ شاہ ولی اللہ کے جانشین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تھے حالانکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے زیادہ قابل لوگ موجود تھے۔ شاہ عبد العزیز نے کچھ تعلیم شاہ محمد عاشق پھلتی اور حضرت شاہ نور اللہ بڑھانوی سے بھی حاصل کی[68] جو کہ شاہ ولی اللہ کے شاگرد تھے۔[69] اور ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی صاحب نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ شاہ محمد عاشق پھلتی شاہ ولی اللہ کے شاگردوں میں سب سے قابل جانشین اور خلیفہ کبیر تھے۔[70]

ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بادشاہت کی بھی اجازت ہے جہاں بادشاہ کا بڑا بیٹا خود بخود ولی عہد بنی بن جاتا ہے اور " وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ[71] " اس کی اجازت بھی دیتی ہے۔[72] ایک دوسرے مقام پر بھی موروثیت کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے اور سیرت سے کچھ مثالیں بھی ذکر کی ہیں کہ غزوہ بدر میں جب رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ قریش کا جھنڈا خاندان عبد الدار کے ایک مشرک کے ہاتھ میں ہے تو فرمایا حق رسانی اسلام کا فریضہ ہے اور یہ کہہ کر اپنا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر العبدری کے (جو اسی خاندان کے ایک مسلمان تھے) کے سپرد فرمایا صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین سے گفت و شنید کے لیے ایک شخص کو مکہ بھیجنے کی ضرورت تھی اس پر حضرت عمر کا انتخاب کیا گیا وہ سابق میں مکہ میں موروثی وزیر خارجہ تھے حضرت خالد بن ولید کو اسلام لانے کے بعد اسلامی سوار فوج کا افسر بنا دیا گیا کہ مکہ میں وہی ان کا منصب تھا، حضرت ابو بکر کو رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں مفتی مقرر فرمایا یہ مکہ میں بھی ان کا فریضہ رہا تھا۔ فتح مکہ پر حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس نے چاہا کہ خانہ کعبہ کی چابی بھی انہیں دے دی جائے رسول اللہ ﷺ نے انکار کیا اور قدیم موروثی کلید بردار کو جو مسلمان ہو گیا تھا وہ چابی مکرر عطا فرمائی اور دیگر فرائض کے متعلق بھی موروثی لوگوں کی تلاش کا ذکر ملتا ہے۔[73]

ان تمام دلائل سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ شرائط کے ساتھ بیٹے کی مذہبی یا سیاسی جانشینی دیگر اہل اور قابل افراد کی موجودگی کے باوجود جائز ہے اور سیرۃ النبی ﷺ کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے عمل سے بھی یہی بات ثابت ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کا تقرر درست ہے حتی کہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ جمیع اہل سنت کا اور شیعہ میں سے زیدیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے اور خوارج، مرجئیہ اور معتزلہ کا ایک گروہ بھی اس بات کا قائل ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے۔[74] یہاں تک انہوں نے لکھا ہے کہ جمیع صحابہ کا مفضول کی امامت پر اجماع ہے۔[75]

نتیجہ بحث:

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ مروجہ سیاسی و مذہبی موروثیت نہ تو مطلقاً جائز ہے اور نہ ہی مطلقاً حرام ہے بلکہ اس کی تین مختلف صورتیں ہیں۔ پہلی صورت میں حرام دوسری صورت میں جائز اور تیسری صورت میں بالشرائط جائز ہے۔ مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ اسے مطلقاً حرام یا ناجائز کہنا بھی شدت پسندی ہے بلکہ احوال کی نوعیت کے مطابق ہی حکم کی بنا ہو گی لیکن بالعموم موروثیت کی عصر حاضر میں اس کی مروجہ صورتیں اسلامی مزاج سے نہ تو کسی قسم کی ہم آہنگی رکھتی ہیں اور نہ ہی میل کھاتی ہیں بلکہ اسلامی شریعت کے سراسر مخالف ہیں۔ جن بزرگوں نے اس عمل کے جواز کا قول بیان بھی کیا ہے اگر وہ بھی آج کی موجودہ صورت حال کو دیکھتے تو وہ بھی شاید یہی کہتے کہ اس رواج کو فی الفور ترک کیا جانا چاہیے۔ قرآن و سنت میں صراحت کے ساتھ اس کی مذمت بیان کی گئی ہے اور حقوق اہل افراد کے سپرد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس رواج کو اپنانے کی صورت میں حقوق غصب ہوتے ہیں جو شریعت اسلامیہ میں سختی سے منع ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے مفاسد اہل علم عوام کے سامنے اجاگر کیے جائیں تاکہ عوام میں اس مسئلے کی بابت شعور اجاگر ہو اور اس کا انسداد و تدارک بھی ہو سکے۔

تجاویز و سفارشات:

مذکورہ بالا عمل کی اگرچہ چند شرائط و قیودات کے ساتھ اجازت ہے مگر یہ عمل بالعموم شریعت اسلامی کے مزاج سے مخالف ہے اس لیے:

1. اس عمل کا قلع قمع کیا جانا چاہیے یا حتی الامکان انتہائی محدود کر دیا جائے۔
2. اہل و قابل افراد کا تقرر عمل میں لایا جانا چاہیے۔ اس کے لیے حکومتی سطح پر، جماعتی یا مذہبی بنیادوں پر ایک انجمن کا قیام عمل میں لایا جائے جس کے ذریعے سیاسی و مذہبی جانشین کا تقرر عمل میں لایا جائے۔
3. علماء و خطباء و محققین حضرات کے ذریعے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا میں اس عمل بد کے نتائج و عواقب کے بارے عوام میں ایک شعور و آگہی مہم کا آغاز کیا جائے۔
4. اس موضوع پر کانفرنسز، سیمینارز اور ورکشاپس وغیرہ کا انعقاد کیا جائے اور تحقیقی مقالہ جات بھی سپرد قلم کیے جائیں۔
5. ایک خاص کورس یا امتحان متعارف کروایا جائے اور اس امتحان کے نتائج پر ہی جانشینی کا دارومدار ہو۔

حواشی وحوالہ جات

[1] خلیل بن احمد فراہیدی،م 170ھ،**کتاب العین**،المحقق: مهدي المخزومي، إبراهيم السامرائي،(بیروت: دار ومكتبة الهلال) ج8ص234۔

Khalīl b. Aḥmad Al-Farāhīdī, **Kitā al-'Ain**, (Beirūt: Dār wa Maktaba al-Hilāl, N.D.) v.8 p.234

[2] محمد بن مکرم بن علی جمال الدین ابن منظور افریقی،م 711ھ، **لسان العرب**، ماده ورث،(بیروت،: دار صادر،1414ھ) ج 2ص200۔

Muḥammad b. Mukaram b. 'Ali Ibn Manẓoor Afrīqī, **Lisān al-'Arab**, (Beirūt: Dar Ṣādir, 1414 A.H.) v. 2 p. 200

[3]سورة المومنون23: 10-11۔

Surah Al-Mu'minun, 23: 10-11

[4] عبدالرحمن بن شعیب نسائی،م 303ھ،**سنن نسائی** ، تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة،(حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية،1406ھ) ج5ص 255،كِتَابُ مَنَاسِكِ الْحَجِّ، باب رفع اليدين في الدعاء بعرفة،رقم الحديث 3014 ۔

Ahmad b. Shua'yb Al-Nasāi, **Sunan Nasāi**, (Halab: Maktab al Matbo'at al Islamia, 1406 A.H.) Hadith. No. 3014

[5]نسائی میں حدیث کا متن یوں بیان کیا گیا ہے: كونوا على مشاعركم، فإنكم على إرث من إرث أبيكم إبراهيم عليه السلام، اس روایت کو ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور مستدرک میں بھی بیان کیا گیا ہے مگر کسی مقام پر بعینہ امام راغب اصفہانی کا نقل کردہ یہ متن موجود نہیں ہے۔

[6] محمد ثناء الله المظهري،، **التفسير المظهري**،المحقق: غلام نبی التونسی،(الباكستان:مكتبة الرشيدية،1412ھ) ج7ص103۔

Muḥammad Thanaullah, **Tafsīr Al-Maẓharī**, (Pakistan: Maktaba Rashīdīyah, 1412 A.H) v.7 p. 103

[7] فارس کے اکثر علماء کا خیال ہے کہ جیومرت ہی حضرت آدم ہیں۔ لیکن دوسروں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت آدم کے اماں حواسے بیٹے ہیں۔ ایک تیسرے گروہ کا خیال ہے کہ جیومرت اصل میں حام بن یافث بن نوح ہیں۔ اوائل عمر میں بہت پارسا تھے پھر حکومت و طاقت آنے کے بعد ان میں ظلم اور جبر آ گیا تھا۔(ابو جعفر محمد بن جریر طبری،م 310ھ، **تاریخ الامم و الملوک**،(بیروت :دار التراث ،1387 ھ،) ج1ص146)

Abu J'afar Muhammad b. Jarīr, **Tareekh Al-Tabarī**, (Beirūt: Dar al-turath, 1387 A.H.) v. 1 p. 146

[8] طبری، **تاریخ الامم و الملوک**، ج1ص147۔

Abu J'afar b. Jarīr Al-Tabarī, **Tareekh Al-Tabarī**, v. 1 p. 147

[9]مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: مفتی شوکت علی فہمی، **ہندوستان پر اسلامی حکومت** (کراچی: سٹی بک پوائنٹ کتاب مارکیٹ اردو بازار، 2005ء)ص14 ۔

Mufti Shoukat Ali Fahmī, **Hindustan pr Islami Ḥakūmat**, (Karachi: City Book Point Kitāb Market Urdu Bazar, 2005) p.14

[10]-see: https://en.wikipedia.org/wiki/History_of_India (accessed on 15-12-2018)

[11] دیکھیں: سید ابوالحسن ندوی، **تاریخ دعوت وعزیمت** (کراچی: مجلس نشریات اسلام ناظم آباد مینشن، س۔ن) ج1 ص29۔

Syed Abu al-Ḥasan ʻAlī Nadvī, **Tareekh Dawat wa ʻAzīmat**, (Karachi: Majlis Nashrīyāt Islam, N.D.) v. 1 p. 29

[12] طبری، **تاريخ الامم و الملوك**، ج 5ص 301-

Abu Jʻafar Muhammad b. Jarīr Al-Tabarī, **Tareekh Al-Tabarī**, v.5 p. 301

[13] منشی عبدالرحمان خان ، **آئینہ ملتان**، (ملتان: عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ، 2000ء) ص228۔

Munshī ʻAbdurrahman Khan, **Āʼīnah Multan**, (Multan: ʻĀlmī Idārāh Ishʻat ʻUlūm Islamiyah, 2000) p. 228

[14] سورة النمل، 27: 16

Surah Al-Namal, 27: 16

[15] دیکھیں :i أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي،م 774ھ، **تفسير القرآن العظيم** ،المحقق: محمد حسين شمس الدين،(بيروت:دار الكتب العلمية،1419ھ) ج6ص164؛ ii محمد ثناء الله المظهري، **التفسير المظهري**، ج7ص103۔

Abul Fidā Ismāʻīl b. Umer Ibn Kathīr, **Tafsīr al-Quran al-ʻAẓīm**, (Beirūt: Dār al-Kutub al-ʻilmīyah, 1419 A.H.) v. 6 p. 164; Muḥammad Thanaullah, **Tafsīr Al-Maẓharī**, v. 7 p. 103

[16] سورة الانعام ،5: 124۔

Surah Al-Inʻām, 5: 124

[17] مقاتل بن سليمان بن بشير الأزدي البلخى م 150ھ،**تفسير مقاتل بن سليمان**، المحقق: عبد الله محمود شحاته ،(بيروت : دار إحياء التراث،1423ھ) ج3ص299۔

Maqātil b. Sulaimān, **Tafseer Maqātil b. Sulaimān**, (Beirūt: Dār Aḥyā-al-Turath, 1423 A.H.) v. 3 p. 299s

[18] أبو محمد عبد الرحمن ابن أبي حاتم بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ،م 327ھ، **تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم**، المحقق: أسعد محمد الطيب،(المملكة العربية السعودية: مكتبة نزار مصطفى الباز،1419ھ) ج9ص2856۔

Abu Muḥammad ʻAbdurrahman b. Abī Ḥātim, **Tafsīr al-Quran al-ʻAẓīm**, (KSA: Maktabah Nazār Muṣtafā al-Bāz,1419 A.H.) v. 9 p. 2856

[19] خلیفہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ ان سات ضروری اوصاف کا حامل ہو۔ مسلمان آزاد، مرد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہو۔(دیکھیں : محمد امين بن عمر بن عبد العزيز ابن عابدين الدمشقي الحنفي ،م 1252ھ، **رد المحتار على الدر المختار**،(بيروت: دار الفكر،1412ھ) ج1ص548)

Muḥammad Amin b. Umer Ibn ʻĀbidīn,**Radd al-Muḥtār**,(Beirut: Dār al-Fikr, 1412 A.H.) v.1 p. 548

[20] خلافت صغری کے لیے ضروری ہے کہ شخص مذکور چاروں شرائط پیری کا جامع ہو اگر ایک شرط بھی کم ہے تو اس سے بیعت جائز نہیں۔ سب سے اہم و اعظم شرط مذہب کا سنی صحیح العقیدہ ہونا ہے۔ دوسری شرط فقہ کا اتنا علم کہ اپنی حاجت کے سب مسائل جانتا ہو اور حاجت جدید پیش آئے تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ بغیر اس کے اور فنون کا کتنا ہی بڑا عالم ہو عالم نہیں۔ تیسری شرط اس کا سلسلہ حضور اقدس ﷺ تک صحیح و متصل ہو۔ چوتھی شرط علانیہ کسی کبیرہ کا مرتکب یا کسی صغیرہ پر مصر نہ ہو۔ (احمد رضا خان، **فتاوی رضویہ**، ج26 ص576-575) اور امام غزالی نے پیر کامل کے درج ذیل اوصاف بیان کیے ہیں: شیخ کامل وہی ہے جس کے دل میں دنیا کی محبت اور عزّت و مرتبے کی چاہت نہ ہو۔ وہ ایسے مرشدِ کامل سے بیعت ہو، جو نورِ بصیرت سے مالامال ہو اور اس کا سلسلہ رحمتِ عالم ﷺ تک متّصل اور ملا ہوا ہو۔ کم کھانے، کم سونے، کم بولنے، کثرتِ نوافل، زیادہ روزہ رکھنے اور صدقہ کرنے جیسے (نیک) اعمال سے نفس کشی کر چکا ہو، اور وہ پیرِ کامل اپنے شیخ کی کامل اتّباع کے سبب صبر، نماز، شکر، توّکل، یقین، سخاوت، قناعت، طمانیتِ نفس، حِلم، تواضع، علم، صِدق، وفا، حیاء، و قار و سکون جیسے اوصاف حمیدہ کا پیکر ہو۔ (دیکھیں: **ایھاالولد**، ص35)

[21]ملتقطاً: احمد رضاخان، **فتاوی رضویہ** (لاہور: رضافاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لاہوری دروازہ، 1425ھ) ج21ص598۔

Ahmad Razā Khān Barelvī, **Fatāwa Raḍawiyya**, (Lahore: Razā Foundation, 1425 A.H.) v. 21 p. 598

[22] سورة المريم19: 5-6

Surah Al-Maryam, 19: 5-6

[23]أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين قرطبی، ، م 671ھ، **الجامع لأحكام القرآن**،تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش،(القاهرة: دار الكتب المصرية ،1384ھ) ج11ص81۔

Abī Abdullah Muḥammad b Aḥmad Al-Qurtabī, **Tafseer Al-Qurtabī**, (Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyah, 1384 A.H.) v. 11 p. 81

[24] شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**، (کراچی: دارالاشاعت اردو بازار 1428ھ) ج2ص477۔

Shabbir Ahmad Usmani, **Tafseer Usmani**,(Karachi: Dār al-Isha't Urdu Bazar, 1428 A.H) v.2 p. 477

[25]سورة طه20: 29-34۔

Surah Taha, 20: 29-34

[26]ابن كثير، **تفسير القرآن العظيم**، ج 3 ص 249

Ibn Kathīr, **Tafsīr al-Quran al-'aẓīm**, v. 5 p. 249

[27] طبری، **تاریخ الامم و الملوک**، ج1ص152۔

Abu J'afar Muhammad b. Jarir Al-Tabarī, **Tareekh Al-Tabarī**, v. 1 p. 152

[28]محمد بن اسماعیل بخاری،256ھ، **الجامع الصحيح**، محقق محمد زهير بن ناصر الناصر،(بيروت: دار طوق النجاة،1422ھ) كِتَابُ الأَدَبِ، بَابُ مَنْ سَمَّى بِأَسْمَاءِ الأَنْبِيَاءِ، جز8ص43، حدیث6194۔

Muḥammad b. Ismā'īl Bukhārī, **Ṣaḥīḥ Bukhārī**,(Beirūt: Dar Touq-al-Najaat,1422 A.H.) H. No. 6194

[29]احمد رضاخان، **فتاوی رضویہ**، ج26ص578۔

Ahmad Razā Khān Barelvī, **Fatāwa Raḍawiyya**, v. 26 p. 578

[30]ابوالحسن علی ندوی، **تاریخ دعوت وعزیمت**، ج2ص299۔

Syed Abu al-Ḥasan 'Alī Nadvī, **Tareekh Dawat wa 'Azīmat**, v. 2 p. 299

[31] دیکھیں: سورة يونس،10: 16،(فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ)

Surah Younus, 10: 16

[32]دیکھیں: سورة الاحزاب،33: 21،(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

Surah Aḥzāb, 33: 21

[33]تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم ابن تيميه ،م 728ھ، **منهاج السنة النبوية**، المحقق: محمد رشاد سالم،(الرياض: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، 1406ھ) ج7ص342-341۔

Taqī al-Dīn Aḥmad b. Abdul Ḥaleem Ibn Taymiyyah, **Minhāj al-Sunnat al-Nabawīyah**, (Riyadh: Imam Muhammad b. Saud Islamic University, 1406 A.H.) v. 7 p. 341-342

[34]سورة التغابن64: 15

Surah Taghābun, 64: 15

[35]سورة المائدة5: 8

Surah Mā'idah, 5: 8

[36]سورة النساء4: 58

Surah Nisā, 4: 58

[37]سورة هود، 11: 46

Surah Hūd, 11: 46

[38]سید محمد سلمان منصور پوری، **کتاب النوازل** (مرادآباد: المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ، 1435ھ) ج2 ص77۔

Syed Muhammad Salman, **Kitāb al-Nawāzil**, (Moradabad: Al-Markaz Al-'Ilmi, 1435 A.H.) v.2 p.77

[39] محمد زید مظاہری، **مکاتیب سلیمان** (سید سلیمان ندوی کی علمی وعرفانی اور احسانی زندگی اور حکیم الامت حضرت تھانوی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی علمی واصلاحی مکاتبت) (لکھنؤ: ادارہ افادات اشرفیہ دوبگّا ہردوئی روڈ) ص244۔

Muhammad Zaid Maẓāhirī, **Makātabat Sulaimān**, (Lucknow: Idarah Afādāt Ashrafīyah, N.D) p. 244

[40]حکیم محمد اختر شاہ، **اصلی پیری مریدی کیا ہے؟** (کراچی: خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال) ص32۔

Muhammad Akhtar Shah, **Aṣlī Pīrī Murīdī Kiā ha**, (Karachi: Khanqah Imdādīyah Ashrafīyah, N.D.) p. 32

[41]سورة البقرة2: 247۔

Surah Baqarah, 2: 247

[42]طبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملي، أبو جعفر ،م 310ھ، **جامع البيان عن تأويل آي القرآن**، تحقيق: الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات الإسلامية بدار هجر الدكتور عبد السند حسن يمامة، (دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، 1422ھ) ج4ص449۔

Abu J'afar Muhammad b. Jarīr, **Jāmi' Al-Bayyān**, (Dār Hijr lit-tabāt, 1422 A.H) v. 4 p. 449

[43]ملتقطاً: أحمد بن علي المكني بأبي بكر الرازي ابن جصاص، **أحكام القرآن للجصاص**، تحقيق : محمد الصادق قمحاوی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1405ھ) ج2ص167۔

Ahmad b. Ali Ibn Jaṣaṣ, **Aḥkām al-Quran**, (Beirūt: Dār Aḥyā-al-Turath, 1405 A.H.) v. 2 p. 167

[44]بخاری، محمد بن اسماعیل، م 256ھ، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابُ رَفْعِ الأَمَانَةِ، ج8ص104، حدیث6496۔

Muḥammad b. Ismā'īl Bukhārī, **Ṣaḥīḥ Bukhārī**, Hadith No. 6496

[45]احمد رضا خان، **فتاوی رضویہ**، ج26 ص576۔

Ahmad Razā Khān Barelvī, **Fatāwa Raḍawiyya**, v. 26 p. 576

[46]اوپر اس کی تفصیلی وضاحت گزر چکی ہے۔

[47]علاء الدين على بن حسام الدين المتقى الهندى، م975ھ، **كنز العمال فى سنن الاقوال و الافعال** (بيروت: مؤسسة الرسالة, 1401ھ) كتاب الغزوات والوفود من قسم الأفعال، غزوة الفتح ،ج10ص 506-513، رقم الحديث30173۔

Ali b. Ḥasām al Dīn Mutaqī, **Kanz al Um'māl**, (Beirut: Mosasa al Risalah, 1401) Hadith No. 30173

[48]أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، 360ھ، ***المعجم الكبير*** (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1983ء) سِنُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَوَفَاتُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ج1 ص97-104، رقم الحديث168۔

Sulaiman b. Ahmad Al-Tabrānī, **Mo'jam Kabīr**, (Beirūt: Dār Aḥyā-al-Turatha, 1983) H. No. 168

[49]عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطى ، م911ھ، **تاريخ الخلفاء**، (مكة المكرمة :مكتبة نزار مصطفى الباز، 1425ھ/2004ء) ص138۔

Abdur Raḥmān Abī Bakr Al-Suyūṭī, **Tareekh al-Khulafā**, (Makkah: Maktaba Nazār, 2004) p. 138

[50]منشی عبد الرحمان خان ، **آئینہ ملتان**، ص236۔

Munshī 'Abdurrahman Khan, **Ā'īnah Multan**, p. 236

[51]مسلم بن حجاج ، امام، م261ھ،**صحیح مسلم**، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي،(بيروت :دار إحياء التراث العربي) كِتَابُ الْإِمَارَةِ، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، ج3ص1456، رقم الحديث 14(1733)۔

Muslim b. Hujāj, **Ṣaḥīḥ Muslim** (Beirut: Dār Aḥyā-al-Turath-al-'Arabī, N.D.) H. No. 14(1733)

[52] أبو عبد الله محمدابن سعد،م 230ھ،**الطبقات الكبرى**(بيروت :دار الكتب العلمية، 1410ھ) ج2ص146۔

Muhammad b. Sa'd, **Tabqāt al-Kubrā**, (Beirut: Dār al Kutub al Ilmiah, 1410 A.H.) v. 2 p. 146

[53]بخاری،محمدبن اسماعیل،م256ھ،**صحیح بخاری**،كِتَابُ المَنَاقِبِ،بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج5ص23،حدیث3730۔

Muḥammad b. Ismā'īl Bukhārī, **Ṣaḥīḥ Bukhārī**, Hadith No. 3730

[54]بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ،**صحیح بخاری**، كِتَابُ الأَذَانِ، بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ، فَجَاءَ الإِمَامُ الأَوَّلُ، فَتَأَخَّرَ الأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ، جَازَتْ صَلاَتُهُ، ج1ص137، حدیث684،رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر کو مصلی امامت پر کھڑا رہنے کا حکم دیا۔ دیگر روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور ابو بکر صدیق کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔:ترمذی، أَبْوَابُ الصَّلَاةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ إِذَا صَلَّى الإِمَامُ قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا، ج2ص196،حدیث 362،یہ حدیث صحیح ہے۔ نسائی ، **سنن نسائی**، كِتَابُ الْإِمَامَةِ، إِذَا تَقَدَّمَ الرَّجُلُ مِنَ الرَّعِيَّةِ ثُمَّ جَاءَ الْوَالِي , هَلْ يَتَأَخَّرُ؟ج2ص77، حدیث 784،مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**،كِتَابِ الطَّهَارَةِ، بَابُ الْمَسْحِ عَلَى النَّاصِيَةِ وَالْعِمَامَةِ ج1ص230، حديث 81(274)۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے۔ **جامع ترمذی**،

Muḥammad b. Ismā'īl Bukhārī, **Ṣaḥīḥ Bukhārī**, Hadith No. 684

[55]بخاری،محمد بن اسماعیل،م256ھ،**صحیح بخاری** ، كِتَابُ المَنَاقِبِ، مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،ج5ص27،حدیث3757۔

Muḥammad b. Ismā'īl Bukhārī, **Ṣaḥīḥ Bukhārī**, Hadith No. 3757

[56]بخاری،محمد بن اسماعیل،م 256ھ،**صحیح بخاری** ،كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السُّلاَسِلِ،ج5ص166، حدیث4358،اس جنگ میں حضرت ابو بکر بھی حضرت عمرو بن العاص کے ماتحت تھے۔ انظر: **مصنف ابن ابی شیبه**، كِتَابُ الْمَغَازِي، إِسْلَامُ عدِيِّ بنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، رقم الحديث37792۔

Muḥammad b. Ismā'īl Bukhārī, **Ṣaḥīḥ Bukhārī**, Hadith No. 4358

[57]۔ابن ماجه، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني،م 273ھ، سنن ابن ماجه(بيروت: دار إحياء الكتب العربية، س۔ن) بَابُ طَاعَةِ الْإِمَامِ، رقم الحديث2862۔

Muhammad b. Yazīd Ibn Mājah, **Sunan Ibn Mājah**, (Beirūt: Dar Ahya-al-Kitab-al-Arbiah, N.D.) Hadith No. 2862

[58]المتقی الهندی،علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، **كنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال**، كتاب الخلافة مع الامارة من قسم الأفعال، الباب الاول: في خلافة الخلفاء، رقم الحديث14089۔

Ali b. Ḥasām al Dīn Mutaqī, **Kanz al Um'māl**, Hadith No. 14089

[59]المتقی الهندی،علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، **كنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال**، كتاب الخلافة مع الامارة من قسم الأفعال، الباب الاول: في خلافة الخلفاء، رقم الحديث 14099۔

Ali b. Ḥasām al Dīn Mutaqī, **Kanz al Um'māl**, Hadith No. 14099

[60]المتقی الهندی،علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، **كنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال** ، كتاب الخلافة مع الامارة من قسم الأفعال، الباب الاول: في خلافة الخلفاء، رقم الحديث 14100۔

Ali b. Ḥasām al Dīn Mutaqī, **Kanz al Um'māl**, Hadith No. 14100

[61]یہ چھ لوگ حضرت عثمان، علی، طلحہ، سعد، زبیر اور عبدالرحمن بن عوف ؓ ہیں۔ جلال الدین، عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطی،**تاریخ الخلفاء**، (مصر: المطبعة السعادة، 1371ھ) ص109۔

Abdur Raḥmān Abī Bakr Al-Suyūṭī, **Tareekh al-Khulafā**, p. 109

[62]ابن سعد، أبو عبد الله محمد ،م 230ھ، **الطبقات الکبری**، ج4ص268۔

Muhammad b. Sa'd, **Tabqāt al-Kubrā**, v. 4 p. 268

[63]ابو داؤد،سلیمان بن اشعث،م275ھ، **سنن ابو داؤد**،المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، (بيروت: المكتبة العصرية، صيدا) كِتَاب السُّنَّةِ،بَابٌ فِي لُزُومِ السُّنَّةِ، ج4ص200،حدیث4607۔

Sulaimān b. Ash'ath, **Sunan Abū Dāwūd**, (Beirūt: Al-Maktaba al Asriah, N.D.) H. No. 4607

[64]احمد رضاخان، **فتاوی رضویہ**، ج21ص467۔

Ahmad Razā Khān Barelvī, **Fatāwa Raḍawiyya**, v. 21 p. 467

[65]تفصیل کے لیے دیکھیں: احمد رضاخان، **فتاوی رضویہ**، ج21ص469۔

Ahmad Razā Khān Barelvī, **Fatāwa Raḍawiyya**, v. 21 p. 469

[66]احمد رضاخان، **فتاوی رضویہ**، ج16ص592۔

Ahmad Razā Khān Barelvī, **Fatāwa Raḍawiyya**, v. 16 p. 592

[67]بلگرامی، میر عبدالواحد، **سبع سنابل**، سنبلہ دوم دربیان پیری ومریدی (لاہور: مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ) ص39-40؛ احمد رضاخان، **فتاوی رضویہ**، ج26ص572۔

Mir Abdul Wahid Balgarāmī, **Sab' Sanābil**, (Lahore: Maktabah Qadirīyah, N.D) p. 39-40

[68]نسیم احمد، فریدی امروہی، مولانا، **تذکرہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی** (لکھنؤ: الفرقان بک ڈپو114/31نظیر آباد، 1992ء). ص15۔

Nasim Ahmad Farīdī, **Tazkirah Shah Abdul Aziz**, (Lucknow: Al-Furqan Book Depot, 1992) p. 15

[69] دیکھیں: نسیم احمد، فریدی امروہی، مولانا، **نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی** (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ ،1999ء) ص101؛ ص393۔

Nasim Ahmad Farīdī, **Nādir Maktoobāt Shah Waliullah Dehlavi**, (Lahore: Idara Thaqāfat Islamiyah, 1999) p. 101; p. 393

[70]محمد یسین مظہر صدیقی، **حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی شخصیت وحکمت کا ایک تعارف** (علی گڑھ: شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل ادارہ علوم اسلامیہ) ص12۔

Muhammad Yasin Maẓhar Siddiqui, **Shah Waliullah Dehlavi Shakhṣiyat wa Ḥikmat ka Aik Ta'āruf**, (Aligarh: Shah Waliullah Dehlavi Research Cell Islamic Studies Department) p.12

[71]سورة النمل، 27: 16۔

Surah Namal, 27: 16

[72]حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، م2002ء، **خطبات بہاولپور** (لاہور: بیکن بکس اردو بازار، 2012ء) ص116۔

Muḥammad Hamīdullah, **Khutbāt Bahawalpur**, (Lahore, Beacon Books Urdu Bazar, 2012) p. 116

[73]ایضاً، ص36-235؛ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، **محمد رسول اللہ**، مترجم پروفیسر خالد پرویز (لاہور: بیکن بکس غزنی سٹریٹ اردو بازار، 2013ء) ص133۔

Ibid, p. 235-236; **Muhammad Rasool Allah**, (Lahore: Beacon Books Urdu Bazar, 2013) p. 133

[74]ابن حزم ،علي بن أحمد بن سعيد ، الظاهري ، **الفصل في الملل والأهواء والنحل**،(القاهرة:أبو محمد، مكتبة الخانجي) ج4ص126۔

Abu Muḥammad 'Alī b. Aḥmad Ibn Ḥazam, **Al-Faṣal fī al-Milal**, (Beirūt: al-Mosasa al-'Arbīyah, 1983) v. 4 p. 126

[75]تفصیلی دلائل کے لیے ملاحظہ ہو: ایضاً، ج4ص127؛ 104-127۔

Ibid, v.4 p. 104-127